عقد استصناع کے شرعی تقاضے وعصری تطبیقات

مولانا صداقت علی

استصناع کی حقیقت:

زمانہ قدیم سے لے کر تہذیب وتمدن کے حامل موجودہ معاشرے تک ہر دور میں انسان کو روزمرہ استعمال کے لیے مختلف اشیاء کی حاجت پیش آتی رہتی ہے۔اوراس میں کوئی دورائے نہیں ہوسکتیں کہ ہرانسان کے پاس نہ اتنی فرصت ہے نہ استطاعت، کہ وہ اپنی ضرورت کی ہر چیز خود بنانے بیٹھ جائے بلکہ انسان کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے حصول کے لیے کسی ایسے شخص کے پاس بالواسطہ یابلاواسطہ جاتا ہے جواس کو اچھی طرح بناسکتا ہو یہ شخص اس کے سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے اوصاف وغیرہ بیان کر کے اس کو ایسی ہی چیز بنانے کا حکم دیتا ہےاور بدلے میں رقم اداکردیتا ہے۔

اس طرح آرڈر کے ذریعے کوئی چیز بنوانا ''استصناع کہلاتا،، ہے۔

استصناع کی تعریف:

استصناع ،باب استفعال کا مصدر ہےاور باب استفعال میں سین اورتاء طلب کے لیےاستعمال ہوتے ہیں۔لہذا استصناع کالغوی معنی بھی ''طلب صنعت،، ہے یعنی کسی شخص سے کسی چیز کے بنانے کامطالبہ کرنا، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔''ھو لغة :الصنع ای ان یطلب من الصانع العمل ،،استصناع میں آرڈر دینے والے کو ''مستصنع،،(نون پرزیر کے ساتھ) بنانے والے کو''صانع،،اور بنائی جانے والی چیز کو''مستصنع،،(نون پرزبر کے ساتھ) یامصنوع کہاجاتا ہے۔استصناع کی اصطلاحی تعریف قدیم فقہاء سے لے کر عصر حاضر کے اہل تحقیق تک کے درمیان مختلف چلی آرہی ہےاس لیے کہ بعض حضرات نے استصناع کی تعریف مثال کے ذریعے بیان کی ہے،مثلاً علامہ طحاویؒ اورابن الہمامؒ نے استصناع کی مندرجہ ذیل تعریف کی ہے۔

''ھوان یقول لصاحب خف اومکعب اوصفار ،اصنع لی حقاطوله كذاوسعته كذا اودستای برمة تسع كذا وزنها كذا علی هیئة كذا بكذا ،سواء اعطی الثمن اولا ،ویقبل الآخر،،

یعنی استصناع یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی موچی سے کہے کہ میرے لیے اس طرح کا جوتا بنادوغیرہ......چاہے رقم

دے یا نہ دے اور دوسرا اس کو قبول کرے۔

مذکورہ بالا تعریف محض استصناع کی ایک تمثیل ہے۔اس کو تعریف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تعریف اس کو کہا جاتا ہے جو معرف کے تمام افراد کا احاطہ کرے۔اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے جبکہ مندرجہ بالا تعریف میں یہ وصف مفقود ہے،استصناع کی مختصر مگر جامع تعریف ''مجلة الاحکام العدلیه،، میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔''الاستصناع عقد مقاولة مع اهل الصنعةعلی ان یعمل شیئا ،،یعنی اہل صنعت کے ساتھ کسی چیز کے بنانے کا معاہدہ کرنے کو استصناع کہا جاتا ہے۔

عقد استصناع کی اہمیت:

اس دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنی ہر قسم کی حاجات ،ضروریات میں خود کفیل ہو۔اور اسے کسی کی مدد درکار نہ ہو بلکہ ہر شخص کو اپنی حاجات کی تکمیل کے لیے دوسروں ۔۔ پاس جانا پڑتا ہے۔مثلاً اگر ایک ڈاکٹر کو اپنے کلینک کے لیے لکڑی کی میز اور کرسی درکار ہے تو اس کے لیے اسے بڑھئی کی مدد درکار ہے۔اگر وہ اسے خود بنانا شروع کردے ،تو جہاں وہ اپنی ضرورت کی اچھی طریقے سے تکمیل نہیں کر پائے گا وہاں اس کا اپنا ذاتی پیشہ یعنی''طب،، بھی متاثر ہوگا۔

اسی طرح روزمرہ استعمال کی بیشمار حاجات ہیں جن کو استصناع کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔اس سے عقد استصناع کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔اس کے ساتھ فوائد وثمرات سے صانع اور مستصنع بھی مستفید ہوتے ہیں اس طرح کہ مستصنع کو اپنے ذوق اور معیار کے مطابق چیز مل جاتی ہے اور وہ بازار میں دستیاب بنی بنائی چیز لینے پر مجبور نہیں ہوتا۔اسی طرح عقد استصناع صانع کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ صانع کو اپنی بنائی ہوئی اشیاء فروخت کرنے کے لیے کوئی اضافی محنت نہیں کرنی پڑتی اس کے ساتھ ساتھ عقد استصناع سے پورے معاشرے اور ملک کو فائدہ پہنچتا ہے۔کیونکہ جس قدر اس عقد کی ترویج ہوگی۔اسی قدر اس ملک یا معاشرے میں صنعت وحرفت کی ترقی ہوگی۔اس لیے عقد استصناع ایک اہم تجارتی عقد ہے۔اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس عقد سے استفادے میں روز بروز ترقی ہوتی جارہی ہے۔

دلیل مشروعیت:

عقد استصناع کی مشروعیت قیاس اور شرعی قواعد کے خلاف ہے کیونکہ شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لیے بنیادی

شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ چیز بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔لیکن عقد استصناع شریعت کے اس عمومی اصول سے مستثنیٰ ہے۔اوراس میں مبیع یعنی مصنوع صانع کے قبضے میں نہ ہونے کے باوجود اس کی بیع ہوتی ہے۔اوراس طرح کے خلاف القیاس عقد کی مشروعیت کے لیے شرعی بنیاد''استحسان،، ہے یعنی اگر چہ یہ عقد قیاس کے خلاف ہے لیکن لوگوں کے تعامل اوراجماع عملی کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

بعض حضرات نے استصناع کے جواز کو قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ثابت کیا ہے۔جس میں ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے اردگرد قوم کے کہنے پر دیوار تعمیر کی تھی۔اسی طرح حضور ﷺ کے انگوٹھی بنوانے اور بڑھئی سے منبر تعمیر کروانے کو بھی بعض حضرات نے استصناع کے جواز کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔مگر ان واقعات سے استصناع کی مشروعیت کا استدلال درست نہیں کیونکہ ان واقعات میں جہاں عقد استصناع کا احتمال ہے وہاں تبرع کا احتمال بھی ہے لہذا''استحسان،، ہی استصناع کے جواز کی مضبوط اور قوی دلیل ہے۔

استصناع اور دیگر عقود میں فرق:

استصناع کی بعض دیگر عقود کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔اور کثرت مشابہت کی وجہ سے استصناع اوران عقود میں امتیاز ایک مشکل امر ہے اس لیے استصناع اوران عقود کے مابین فرق بیان کرنا ضروری ہے تاکہ استصناع کی جداگانہ حیثیت سامنے آئے۔

استصناع اور سلم:

استصناع کی سب سے زیادہ مشابہت سلم کے ساتھ ہے حتی کہ احناف کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ نے استصناع کو سلم ہی کی ایک قسم شمار کیا ہے استصناع اور سلم میں چار طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

(۱)..........دونوں میں معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے۔

(۲)..........دونوں عقود میں مبیع کے چیدہ چیدہ اوصاف بیان کرنا ضروری ہے۔

(۳)..........دونوں عقود میں یہ شرط ہے کہ مبیع اشیاءِ ربویہ میں سے نہ ہو۔

(۴)..........دونوں عقود میں مبیع کے حوالہ کرنے کی جگہ کا تعین ضروری ہے۔

ان وجوہ اشتراک کے باوجود عقد استصناع اور سلم میں پانچ طرح کا فرق ہے،جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) عقد استصناع صرف مصنوعات میں جائز ہے۔ جبکہ سلم کا عقد مصنوعات اور غیر مصنوعات دونوں میں جائز ہے۔

(۲)......... عقد سلم میں پوری قیمت کی پیشگی ادائیگی ضروری ہے لیکن عقد استصناع میں قیمت کی ادائیگی کسی مخصوص طریقے سے مشروط نہیں۔

(۳)......... سلم میں مبیع حوالہ کرنے کے وقت تعین عقد کا لازمی حصہ ہے جبکہ عقد استصناع میں مصنوع حوالہ کرنے کے وقت کا تعین ضروری نہیں۔

(۴) عقد سلم میں ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد بائع اور مشتری سے کوئی ایک یکطرفہ طور پر اس کو ختم نہیں کرسکتا جبکہ استصناع میں جب تک صانع سامان کی تیاری شروع نہ کرے اس وقت اس کو منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

(۵)......... سلم میں مسلم فیہ کا اشیا مثلیہ میں سے ہونا ضروری ہے جب کہ استصناع میں ایسی کوئی شرط نہیں۔

استصناع اور اجارہ

استصناع اور اجارہ کے مابین بھی بہت زیادہ مشابہت ہے حتی کہ اسی کثرت مشابہت کی وجہ سے بعض احناف نے اس کو اجارہ سے تعبیر کیا ہے لیکن اس کے باوجود ان دونوں عقود میں تین طرح کا فرق ہے۔

(۱)......... اجارہ میں اجیر یا مزدور کی جانب سے صرف ''عمل،، ہوا کرتا ہے باقی ہر چیز متاجر فراہم کرتا ہے۔ جبکہ عقد استصناع میں مصنوعہ شے میں استعمال ہونے والے خام مال کی فراہمی صانع کے ذمے ہوتی ہے نہ کہ مستصنع کے ذمے۔[۷]

(۲)......... استصناع میں اگر صانع مستصنع کے معیار اور مطلوبہ اوصاف کے مطابق چیز تیار نہ کرسکے تو مستصنع اس چیز کو قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔ جبکہ عقد اجارہ میں متاجر کو اس قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

(۳)......... اجارہ میں معقود علیہ ''عمل،، یعنی اجیر کی محنت ہوتی ہے جبکہ عقد استصناع میں معقود علیہ صانع کا عمل اور اس کے فراہم کردہ خام مال کا مجموعہ ہے۔

استصناع کے جواز میں مذاہب:

عقد استصناع کا جواز اور عدم جواز ائمہ اربعہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ احناف اس کو مستقل عقد کی حیثیت سے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ احناف میں سے امام زفرؒ اور مالکیہ، شوافع اور حنابلہ مستقل عقد کی حیثیت سے استصناع

کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ تاہم ان ائمہ کے مابین آپس میں بھی تھوڑا بہت فرق ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

﴿۱﴾ امام زفرؒ:

عقد استصناع کو ناجائز عقد قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے۔

﴿۲﴾ مالکیہ:

موالک کے ہاں عقد استصناع اس وقت جائز ہوگا جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں۔ گویا ان کے ہاں یہ عقد سلم کے ذیل میں جائز ہے مستقل حیثیت سے یہ جائز نہیں۔

﴿۳﴾ شوافع:

شوافع کے ہاں استصناع صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں نیز اگر ایک ہی جنس کی اشیاء میں ہو تو درست ہے مختلف اجناس کی اشیاء میں عقد استصناع جائز نہیں اگر چہ اس میں سلم کی شرائط بھی پائی جائیں۔

﴿۴﴾ حنابلہ:

شوافع کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی عقد استصناع تب جائز ہے جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں اور ایک ہی جنس کی اشیاء میں استصناع کیا جائے تاہم شوافع اور حنابلہ میں اس اعتبار سے فرق ہے کہ شوافع کے ہاں مختلف الاجناس اشیاء میں عقد استصناع بالکل ناجائز ہے۔ جبکہ حنابلہ کے ہاں اگر مختلف جنس کی اشیاء میں استصناع کیا جائے ۔ اور ان اشیاء میں تمیز کی جا سکتی ہو۔ اور ان کو جدا جدا کرنا ممکن ہو۔ تو پھر اس میں عقد استصناع جائز ہے ورنہ نہیں۔

ائمہ ثلاثہ اور امام زفرؒ مندرجہ ذیل دو حدیثوں کی بنیاد پر استصناع کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔

(۱) "عن حکیم بن حزامؓ قال قلت یارسول اللہ !الرجل یسالنی البیع ولیس عندی ،افابیعہ ؟ قال :لاتبع مالیس عندک،،

(۲) عن ابی عمرؓ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یباع کالی بکالی یعنی دینا بدین،،

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع کو اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ جو اس کے پاس نہ ہو اور دوسری حدیث میں ادھار کے بدلے چیز کی بیع سے منع فرمایا

ہے۔اور استصناع میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں یعنی اس میں معدوم چیز کی بیع بھی ہے اور ادھار کے بدلے کی بیع بھی ہے لہذا یہ ناجائز ہے۔

جبکہ ان کے مقابلے میں احناف درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہوئے عقد استصناع کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کا سونے اور بعدازاں چاندی کی انگوٹھی بنوانا۔

(۲) حضور ﷺ کا بڑھئی سے منبر بنوانا۔

(۳) اجماع عملی۔ (۴) استحسان۔

البتہ ائمہ ثلاثہ کے استصناع کو ناجائز کہنے کے جواب میں احناف کہتے ہیں کہ اس میں اگرچہ معدوم چیز کی بیع ہے۔مگر معدوم اشیاء کی بیع مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔بلکہ کبھی کبھار معدوم کو موجود تسلیم کرلیا جاتا ہے۔مثلاً مستحاضہ عورت کی طہارت ،مقتدی کی قراءت موعود قرض کے بدلے رہن اور ذبح کرنے والا جب تسمیہ بھول جائے۔ان سب میں معدوم کو موجود فرض کرلیا جاتا ہے۔لہذا استصناع میں بھی معدوم کو موجود فرض کرلیا گیا۔

نیز''لاتبع مالیس عندک ،،کی حدیث کا مقصد ایسی چیز کی بیع سے ممانعت ہے۔جس کے حوالہ کرنے پر بائع قادر نہ ہو۔جبکہ استصناع میں ایسا نہیں ہوتا۔یہی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیمؒ کی رائے ہے۔

وجوہ ترجیح:

احناف کے مذہب پر عمل کرکے عقد استصناع کو جائز قرار دینا کئی وجوہ سے راجح ہے۔مثلاً

(۱) استصناع کو ناجائز قرار دینے کی صورت میں بہت بڑا حرج اور لوگوں کو مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔جبکہ حرج اور مشقت کو دور کرنا مامور بہ ہے۔

(۲) موجودہ دور میں استصناع کے جواز پر لوگوں کا عملی اجماع اور تعامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ عالم عرب کی نمائندہ ''المجلس المجمع الفقهی ،،نے ۱۹۹۲ء میں قرارداد نمبر ۶۶/۳/۷ میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے استصناع کو ایک جائز عقد قرار دیا ہے۔اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ استصناع ایک جائز عقد ہے۔

کن چیزوں میں استصناع جائز ہے:

استصناع کے بارے میں لکھی گئی قدیم وجدید کتب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو اشیاء تین صفات کے متصف ساتھ ہوں ان اشیاء میں استصناع کا عقد کیا جاسکتا ہے۔اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی

مفقود ہو تو اس میں عقد استصناع جائز نہیں ہوگا وہ تین شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جن اشیاء میں لوگوں کے مابین استصناع کا تعامل ہو۔ ان میں استصناع جائز ہوگا۔ اور جن اشیاء میں استصناع کا عقد لوگوں کے مابین متعارف نہ ہو۔ ان میں استصناع جائز نہیں ہوگا۔

(۲) جس چیز میں عقد استصناع کیا جائے وہ مصنوعات کی قبیل سے ہو۔

(۳) وہ چیز ایسی ہو جسے اوصاف بیان کرنے سے منضبط کیا جاسکتا ہو۔

ان تین شرائط کے بغیر عقد استصناع درست نہیں ہوگا۔

استصناع کن چیزوں میں ناجائز ہے:

جن اشیاء میں عقد استصناع ناجائز ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) وہ اشیاء جن میں عقد استصناع کا تعامل نہ ہو۔

(۲) غیر مصنوعہ اشیاء مثلاً غلہ جات وغیرہ میں استصناع درست نہیں۔

(۳) وہ اشیاء جن کو اوصاف بیان کرنے سے منضبط نہ کیا جاسکے۔

(۴) مخصوص اور معین چیز میں عقد استصناع جائز نہیں۔

اس کے علاوہ قدیم فقہاء نے کپڑوں میں استصناع کے عقد کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ استصناع کی بنیاد عرف اور لوگوں کے تعامل پر ہے۔ اور موجودہ دور میں کپڑوں میں استصناع کا تعامل اور عرف پایا جاتا ہے۔ اس لیے کپڑوں میں استصناع درست ہوگا۔

استصناع میں معقود علیہ کی حقیقت:

فقہاء احناف کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ عقد استصناع میں معقود علیہ یا مبیع کیا چیز ہے چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک عقد استصناع میں ''صانع کا عمل،، معقود علیہ ہے۔ اور مصنوعہ شے اس عمل کے لیے آلہ ہے۔ اس رائے کے قائل ''ابوسعید البروعی،، ہیں دوسری جانب فقہاء احناف کی اکثریت کی رائے کے مطابق ''مصنوعہ شے،، معقود علیہ ہے نہ کہ صانع کا عمل۔

یہ اختلاف اس وقت ہوجاتا ہے جب صانع، مستصنع کو اس کی مطلوبہ شے اس کے مطلوبہ اوصاف و معیار کے مطابق حوالہ کرے لیکن وہ چیز صانع نے بذات خود تیار نہ کی ہو بلکہ وہ چیز کسی اور نے بنائی ہو۔ یا صانع نے

خود بنائی ہو۔لیکن عقد طے ہونے سے پہلے بنائی ہو۔تو ایسی صورت میں پہلی رائے کے مطابق مشتری کو یہ چیز قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اس میں صانع کا عمل نہیں پایا گیا۔جبکہ دوسری رائے کے مطابق چونکہ ''مصنوعہ شے،، مبیع ہے۔لہذا مشتری یعنی مستصنع اس چیز کے لینے کا پابند ہوگا۔بشرطیکہ وہ چیز اس کے مطلوبہ اوصاف وشرائط کے مطابق ہو۔

استصناع میں مصنوع کے تقاضے وشرائط:

عقد استصناع میں مبیع یعنی مصنوع میں مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مبیع کے بنیادی اور چیدہ اوصاف معلوم ہو۔

(۲) مبیع میں استصناع کا تعامل ہو۔

(۳) مبیع میں استعمال ہونے والا خام مال صانع فراہم کرے۔

(۴) مبیع کو حوالہ کرنے کی جگہ معین ہو۔

(۵) مبیع ،مصنوعات کی قبیل سے ہو۔

قیمت کی تعیین وذرائع:

عقد استصناع میں جس طرح مبیع کی تعیین اوراس کے بنیادی اوصاف بیان کرنا ضروری ہے اسی طرح ثمن میں بھی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ ثمن کی جنس کیا ہے؟ مثلاً موجودہ دور میں اس کی تعبیریوں کی جاسکتی ہے۔کہ استصناع کے عقد میں یہ تعیین ضروری ہے کہ قیمت کس ملک کی کرنسی میں ادا کی جائے گی۔

اسی طرح قیمت کی مقدار کا علم ہونا بھی ضروری ہے قیمت مجہول ہونے کی صورت میں یہ عقد فاسد ہوجائے گا۔چنانچہ ''وھبۃ الزحیلی،، لکھتے ہیں۔

"لابدفی کلاالعقدین (السلم والاستصناع)من العلم بالثمن جنسا ونوعا وقدرا وصفۃوالاکان العقد فاسدا بسبب الجھالۃ،،

یعنی سلم اوراستصناع میں قیمت کی جنس ،نوع ،مقداراور صفت معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہوگا۔اس کے علاوہ قیمت کی نوعیت کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قیمت کی ادائیگی کس شکل میں ہوگی۔مثلاً موجودہ دور میں جو جدید bot معاملات ہوتے ہیں۔bot دراصل build operate

transfer کا مخفف ہے جس کا معنی ہے ''تعمیر کرو چلاؤ اور منتقل کرو،، اس میں قیمت نقد رقم کے طور پر ادا نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس قسم کے معاملات اس بنیاد پر کیے جاتے ہیں کہ کوئی شخص یا ادارہ کسی صانع کے پاس جا کر اس کو مثلاً کسی بلڈنگ کی تعمیر کا آرڈر دیتا ہے۔ اور قیمت کے طور پر کوئی نقد رقم نہیں دی جاتی۔ بلکہ مخصوص عرصے تک اس عمارت سے استفادے کو ہی قیمت کا متبادل مقرر کیا جاتا ہے۔

قیمت کی ان صورتوں کی بناء پر قیمت کی تعیین بھی ضروری ہے تا کہ کسی قسم کی کوئی جہالت باقی نہ رہے۔

قیمت کی ادائیگی کا طریقہ کار:

عقد استصناع میں قیمت کی ادائیگی کسی خاص طریقے سے مشروط نہیں ہے۔ بلکہ قیمت پیشگی (advance) کی شکل میں بھی ادا کی جاسکتی ہے اور ادھار کی صورت میں بھی۔ پھر یہ بھی صحیح ہے کہ ادھار بعد میں یکمشت ادا کیا جائے یا اقساط کی صورت میں تھوڑی تھوڑی رقم ادا کی جائے۔

چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں۔

''ویعطی الثمن المسمی او لا یعطی شیئا،، (فتح القدیر ۶/۲۴۲)

قیمت کی وصولی کے لیے رہن رکھوانا:

قیمت کی وصولی یقینی بنانے کے لیے صانع مستصنع سے رہن بھی رکھوا سکتا ہے چنانچہ مفتی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں ''قسطوں کی ادائیگی محفوظ بنانے کے لیے زمین یا مکان یا کسی اور جائیداد کا ملکیت نامہ، آخری قسط کی ادائیگی تک تمویل کار کے پاس بطور توثیق کے رکھا جاسکتا ہے۔ (اسلامی بنکاری کی بنیادی ص ۲۱۰)

مدت کی تعیین:

ہر ایسی بیع جس میں مبیع فی الحال حوالہ نہ کی جائے تو اس میں ''مدت،، ایک اہم حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مدت کے مجہول اور غیر متعین ہونے سے نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ ہے۔ استصناع میں اگر مدت کا سرے سے کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔ یا ایک مہینے سے کم مدت متعین کی جائے تو ان دونوں صورتوں میں یہ عقد استصناع ہی ہوگا۔

اور اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں تاہم اگر ایک مہینے سے زیادہ مدت متعین کی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ بجائے استصناع کے سلم کا عقد بن جائے۔ اور پھر اس میں سلم کی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

جبکہ امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک ماہ سے زائد مدت مقرر کرنے کے بعد بھی یہ استصناع ہی رہے گا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب استصناع میں بھی مدت مقرر کر لی جائے تو پھر اس میں اور عقد سلم میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ سلم بھی ایسا عقد ہے جس میں مبیع ذمے میں ادھار رہتا ہے۔ اور عقود ومعاملات میں مفہوم اور معانی معتبر ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کی ظاہری شکل لہذا اگرچہ اس کا نام استصناع ہی رکھا جائے لیکن درحقیقت یہ سلم کا عقد ہوگا۔

جبکہ صاحبین ؒ فرماتے ہیں کہ استصناع کے لیے دلیل اور بنیاد لوگوں کا تعامل ہے۔ اور استصناع میں مدت کی تعیین پر بھی لوگوں کا تعامل ہے۔ لہذا یہ بھی جائز ہونا چاہیے۔

صاحبین کے قول کو اختیار کرنے میں جھگڑے اور نزاع کا خاتمہ ہے۔ اس لیے کہ اگر مدت متعین نہ کی جائے۔ تو اس سے نزاع کا پیدا ہونا بالکل واضح ہے۔

نیز یہ کہ موجودہ دور کے تمام محققین نے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ''شرح المجلہ،، میں بھی اسی کو ''ارفق بالناس،، قرار دیا گیا ہے۔ اور دکتور وھبۃ الزحیلی اس کی تائید میں لکھتے ہیں۔

''وھذا القول ھو المتفق مع ظروف الحیاۃ العملیۃ وحاجات الناس وھو الاولی بالاخذبہ،،

''یعنی صاحبین کا قول ہی عصری تقاضوں اور لوگوں کے حالات وحاجات کے موافق ہے لہذا اسی کو اختیار کرنا اولی ہے۔،،

صاحبین کے قول یعنی جواز تعیین مدت سے آگے بڑھتے ہوئے ''**المجمع الفقہ الاسلامی**،، نے مدت کی تعیین کو ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ کسی قسم کا کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اسی طرح البرکہ اسلامی بنک کے مشیر ''عزالدین محمد خوجہ،، نے مدت کی تعیین کو استصناع کے لیے شرط قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''یشترط تعیین الاجل لتسلیم المصنوع سواء کان قصیر اام طویلا وذلک منعاللجھالۃ المفضیۃ الی النزاع بین الصانع والمستصنع،

(ادوات الاستثمار الاسلامی ۵۷)

یعنی مصنوع سپرد کرنے کی مدت متعین کرنا شرط ہے چاہے یہ مدت کم ہو یا زیادہ، تاکہ ایسی کوئی جہالت باقی نہ رہے جو صانع اور مستصنع کے مابین نزاع کا باعث بنے۔

مقررہ مدت میں مصنوع کی عدم فراہمی:

استصناع میں متعین مدت کے اندر صانع مطلوبہ چیز فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر صانع اس مدت کے بعد تاخیر

سے مستصنع کی مطلوبہ چیز فراہم کرے تو اس تاخیر کی وجہ سے مستصنع کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا اس کو چھوڑ دے۔ بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے مستصنع کو نقصان تو ہوتا ہے لیکن وہ اس کے باوجود اس چیز کو لینے پر مجبور ہوتا ہے ایسی صورتحال میں مستصنع، صانع سے اپنے ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کے لیے جرمانہ بھی لے سکتا ہے جس کا حساب یومیہ بنیاد پر کیا جائے گا۔

اس طرح کے جرمانے کی نظیر اجارے میں پائی جاتی ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے کتاب الاجارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص درزی سے کپڑے سلوائے اور اس کو یہ کہے کہ آج سی کردو گے تو دو درہم اور اگر کل سی کردو گے۔ تو ایک درہم دوں گا۔

اس کے علاوہ عقد کی ابتدا میں اگر صانع اور مستصنع تاخیر کی صورت میں جرمانے یا قیمت میں کمی کرنے پر متفق ہوجائیں۔ تو یہ گویا ان کی طرف سے ایک التزام ہے۔ اور اس طرح کے التزامات کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ "المسلمون علی شروطهم"، اسی طرح قاضی شریح نے اس طرح کے التزامات کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔

"من شرط علی نفسه طائعا غیر مکره فهو علیه"،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر صانع یہ التزام کرلے کہ فلاں دن تک مستصنع کی مطلوبہ چیز تیار نہ کرنے پر وہ اس قدر جرمانے یا اس چیز کی قیمت میں اس قدر کمی کرنے کا پابند ہوگا۔ تو شرعا اس کے ذمے اس التزام کو پورا کرنا ضروری ہے۔

استصناع عقد لازم ہے یا غیر لازم:

استصناع کی بحث کے دوران ایک اہم اختلافی مسئلہ استصناع کے لزوم وعدم لزوم کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں استصناع عقد غیر لازم ہے جس میں مستصنع کو یہ خیار حاصل ہوگا کہ وہ چاہے تو صانع کی بنائی ہوئی چیز قبول کرے ورنہ رد کردے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں ایجاب وقبول کے بعد یہ عقد لازم ہوجاتا ہے چنانچہ صانع کے ذمے اس چیز کو بنانا اور مستصنع کے ذمے اسے قبول کرنا لازم ہے۔ اس اختلاف میں امام ابو یوسفؒ کا قول راجح ہے چنانچہ "مجلۃ الاحکام"، میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اذا انعقد الاستصناع فلیس لاحد المتعاقدین الرجوع"، (المائدہ ۳۹۲)

یعنی جب استصناع منعقد ہوجائے تو متعاقدین میں سے کسی کو رجوع کا حق حاصل نہیں نیز استصناع کا لازم

ہونا مندرجہ ذیل وجوہات کی بناپر راجح ہے۔

(۱) قرآنی آیات اوراحادیث میں جابجاعقود ومعاملات کے ایفاء کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) عقداستصناع کو غیرلازم قرار دینے میں صانع کا ضرر ہے کیونکہ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ صانع محنت سے مستصنع کی مطلوبہ چیز تیار کرے اور مستصنع بغیر وجہ بتلائے اس کو رد کردے۔

(۳) استصناع کو غیرلازم قرار دینے سے اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے اور یہ ایک عبث اور بے فائدہ عقد بن جاتا ہے کیونکہ غیرلازم ہونے کی صورت میں نہ صانع اس چیز کو بنانے کا پابند ہوگا اور نہ ہی مستصنع اسے قبول کرنے کا پابند ہوگا۔

(۴) عقداستصناع کو غیرلازم قرار دینے میں نزاع اور جھگڑے کا خدشہ ہے ان وجوہات کی بناء پر امام ابویوسف کے قول کو اختیار کرتے ہوئے عقد استصناع کو لازم قرار دینا اولی اور راجح ہے یہی وجہ ہے کہ ''المجمع الفقہ الاسلامی،، نے قرارداد ۶۶/۳/۷ میں استصناع کو لازم عقد قرار دیا ہے۔اسی طرح ''ھیئة المحاسبه المرجعه ،، نے بھی ''المعاییر الشرعیہ،، میں امام ابویوسف کے قول کو اختیار کرتے ہوئے عقد استصناع کو لازم عقد قرار دیا ہے۔

ذمہ داریاں liabilities

مشتری کی ذمہ داریاں:

چونکہ تجارت اور خرید وفروخت انسانی معاشرے کا ایک جزو لاینفک ہے لہذا اس کی اہمیت کے پیش نظر شریعت مطہرہ میں اس کے احکام تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ عقد استصناع میں مشتری یعنی مستصنع کی مندرجہ ذیل ذمہ داریاں ہیں۔جن کو پورا کرنا مستصنع پر لازم ہے۔

(۱) عقداستصناع کے انعقاد کے وقت، مستصنع صانع کے سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے جملہ اوصاف بیان کرے۔

(۲) اگر مصنوعہ شے ایسی چیز ہو جس کے نقل وحمل پر مشقت اور اخراجات برداشت کرنا پڑے۔تو ایسی صورت میں مستصنع کی ذمہ داری ہے کہ وہ صانع کے سامنے اس چیز کے حوالہ کرنے کی جگہ کا تعین کرے

(۳) مشتری یعنی مستصنع اس بات کا پابند ہے کہ وہ مصنوعہ شے قبضے میں لیے بغیر اس کو فروخت نہ کرے کیونکہ شریعت مطہرہ میں ''بیع قبل القبض،، سے منع کیا گیا ہے۔

(۴) اگر مستصنع کی مطلوبہ چیز اس کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق نہ ہو تو مستصنع اس چیز کو رد کرسکتا ہے۔اس صورت میں مصنوعہ شے صانع تک پہنچانا مستصنع کی ذمہ داری ہے۔(بشکریہ: معاصر ماہنامہ العصر پشاور)

ہر کہ داند عقل خود را پیشوا ....نیست او از امت خیرالوری